

سابق ریاست بہاول پور: رسوم و رواج کے آئینے میں

ڈاکٹر شاہد حسن رضوی*

In this article, customs and traditions of Bahawalpur are investigated. In historical terminology, it is referred as Hakara valley civilization. This civilization resided by the sides of river Hakara, as the river changed its course of flow the Hakara civilization vanished in the folds of time. The author has discussed the various religions and civilization effects on the area. The geography of the land, the closeness with desert Cholistan reflects in people moods, songs and literature. The people wear simple clothes that suit their environment that is loose Trousers (Shalwar) and loose Shirt called choola and cover their heads with head gears called pagri The advent of Muslims further enhanced the culture of the people in this region. The women jewelry, attire and their peculiar way of life is also peeped through. Marriage, birth, death and other seasonal and religious customs and ceremonies of Muslims and non-Muslims gives close touch to the life of natives of Bahawalpur.

سابق ریاست بہاول پور (۱۷۲۷-۱۹۵۵) متحدہ ہندوستان کی دوسری بڑی اسلامی ریاست تھی جہاں اسلام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھا۔ جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے اس کی حیثیت نمایاں اور مثالی تھی۔ جنوب مشرقی صحرائی پٹی بھارت اور پاکستان کے درمیان آج ایک فطری بفرزون (Buffer Zone) کی صورت میں ایک مضبوط دفاعی لائن ہے جبکہ یہ علاقہ پنجاب اور سندھ کو ملانے کا واحد زمینی راستہ (Territorial Contact) ہے۔ ۱۸۶۶ء سے قبل ریاست بہاول پور مختلف انتظامی یونٹوں منجھن آباد، خیر پور، بہاول پور، احمد پور، خان پور اور صادق آباد پر مشتمل تھی جسے

* ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔

بیسویں صدی کے آغاز میں تین انتظامی یونٹوں بہاول پور، بہاول نگر اور رحیم یار خاں میں تقسیم کر دیا گیا۔ سر زمین بہاول پور تہذیبی و ثقافتی لحاظ سے بہت زرخیز ہے۔ وادی سندھ کی تہذیب کا وسطی علاقہ (The Central Indus Valley Civilization) ہونے کی وجہ سے اس کی تاریخی و ثقافتی حیثیت مسلمہ ہے۔ موہنوداڑو، ہڑپہ، نیکسلا اور گھنٹھہ کے تسلسل میں یہاں بھی ایک عظیم تہذیب پروان چڑھی جسے ”وادی ہاکڑہ کی تہذیب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔^۲ اگرچہ اس کے عظیم آثار امتداد زمانہ کے ہاتھوں رو بہ زوال ہیں۔ وادی ہاکڑہ کی تہذیبی ثروت عظیم دریائے ہاکڑہ کی رہن منت رہی اور جب ہاکڑہ تاریخ کے اوراق میں کہیں گم ہو گیا تو اس تہذیب نے بھی اپنا دامن سمیٹ لیا۔

وادی ہاکڑہ پر مختلف ادوار میں مختلف اقوام، مذاہب اور تہذیبوں کی گرفت رہی۔ ابتداء میں آریا، ہندو مت کے غلبہ کے ساتھ وارد ہوئے بعد ازاں چین اور بدھ مت کی آمد نے اس خطے کی تہذیب و ثقافت کو نیا آہنگ دیا۔ سوئی دہار کے قریب نیکسلا کی طرز پر ایک قدیم بدھ یونیورسٹی کے آثار کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ خطہ کبھی بھکشوؤں کی عظیم علمی و روحانی تربیت کا مرکز رہا ہوگا۔ وادی ہاکڑہ کا ایک مرکزی شہر اوج تہذیبی ندرت و یکتائی کا حامل رہا ہے۔ یہاں قدیم ادوار میں کئی دستکاریاں موجود تھیں۔ علاوہ ازیں یہ شہر ایک عظیم تجارتی اور عسکری مرکز تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب اسکندر اعظم (ف۔ ۳۲۳ ق۔ م۔) اس خطے میں آیا تو اس نے یہاں ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی قائم کی۔^۳

اگرچہ یہ سر زمین قبل از اسلام تہذیبی و ثقافتی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے بے مثل تھی لیکن اسلام کی آمد نے اس کی تہذیب و ثقافت میں مزید نکھار پیدا کیا محمد بن قاسم کے ہاتھوں راجہ داہر کی شکست عتبہ بن مسلمہ تمیمی کے پہلے مسلمان حکمران بننے اور علماء و صوفیاء کی شبانہ روز محنت سے اس خطے کی تہذیب و ثقافت نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ تاہم ایک عامل جس کا تذکرہ کرنا یہاں بے جا ہو ہوگا وہ اس خطے میں آبادکاروں (Settlers) کی آمد ہے جنہوں نے یہاں کی ثقافت کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا۔ بلکہ آج کی بہاول پوری تہذیب و ثقافت جسے بڑی آسانی سے ”ریاستی کلچر“ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اس کی آرائش و پرداخت میں آبادکاروں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔^۴

جب برصغیر پاک و ہند میں مغل حکومت رو بہ زوال ہوئی تو یہ خطہ بھی انتشار اور طوائف

سابق ریاست بہاول پور: رسوم و رواج کے آئینے میں ۷۱

المملوکی کا شکار ہو گیا۔ اس سیاسی طاقت کے خلاء کو سندھ سے آنے والے داؤد پوترہ عباسیوں نے پر کیا اور یہاں ایک ایسی مضبوط حکومت کا ڈول ڈالا جو اپنے آغاز سے لے کر الحاق پاکستان تک ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی صورت میں ترقی کی منازل طے کرتی رہی۔ ۵

خطہ بہاول پور کی آب و ہوا میں گزشتہ اڑھائی سو سال سے کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ صحرا کی قربت کی وجہ سے بڑی اثر (Continental Effect) نمایاں ہے جس کی وجہ سے کبھی بکھار درجہ حرارت 50 سنی گریڈ سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کم بارش کا گرم اور خشک علاقہ ہے۔ ریاستی لوگوں کی موسم گرما میں خوشی کا ایک باعث بارانِ رحمت بھی ہے۔ جس کی غالب وجہ اس کی موسم گرما میں غیر یقینیت ہے۔ بارانِ رحمت کی دعا کے ساتھ ساتھ ”ڈکھن“ (جنوبی صحرائی ہوا) چلنے کی دعا بھی مانگی جاتی ہے۔ اور مقامی لوگ ڈکھن کو دھرتی کے لئے شہد جیسی افادیت کا حامل قرار دیتے ہیں۔ ۶ آب و ہوا اور ماحول کے مقامی لوگوں کی طبیعت، مزاج، عادات و اطوار لباس اور رسوم و رواج پر اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ موسمی اثرات کی وجہ سے ہی یہاں کے لوگوں کا مجموعی طرز زندگی نہایت سادہ ہے جس کی ایک پہچان سادہ لباس ہے۔ عام طور پر یہاں کرتا، شلوار اور چادر مستعمل ہے۔ یہاں کرتے کو مقامی طور پر ”چولا“ کہتے ہیں جسے شلوار اور تہد دونوں کے ساتھ پہنا جاتا ہے۔ موسمی اثرات ہی کے زیر اثر ریاست بہاول پور کے دیہی علاقوں میں بالخصوص پگڑی یا ٹوپی کا استعمال عام ہے۔ صحرائے چولستان میں عموماً مقامی طور پر رنگائی گئی پگڑی پہننے کا رواج ہے جس کا رنگ میل کو ظاہر نہیں ہونے دیتا اور یہ پگڑی پہننے والے کو ریت اور لو دونوں سے بچانے کے کام آتی ہے۔ ۷) ریاستی عورتیں شوخ اور تیز رنگ کے لباس زیادہ استعمال کرتی ہیں۔ زنانہ قمیض پر کڑھائی یا سیپ کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ دیہی علاقوں میں قمیض کے علاوہ گھگرا عورتوں کا پسندیدہ پہناوا ہے مسلمان چولستانی خواتین کے گھگڑے ایزبوں تک ہوتے ہیں جبکہ غیر مسلم خواتین کے گھگڑے لمبائی میں کم مار واڑی طرز کے اور تیز رنگوں والے ہوتے ہیں۔ ۸

بہاول پور کی قدیم معاشرت میں عورتوں کی نقل و حرکت کم ہی ہوتی تھی اور با امر مجبوری گھر سے نکلنے کے لئے پردے کا اہتمام جالی دار برقعے کی صورت میں کیا جاتا تھا۔ پردے کے اسی اہتمام کے پیش نظر نواب آف بہاول پور نے ایک فرمان جاری کر دیا کہ کھجوروں پر چڑھنے والے لوگ

(جنہیں مقامی زبان میں چاڑھے کہا جاتا ہے) ایسے وقت میں پھل اتارا کریں جب گھریلو خواتین اپنے روزمرہ کام کاج نمٹا کر دوپہر کو سوئی ہوئی ہوں اس کے لئے دوپہر ایک بجے سے سہ پہر چار بجے تک کا وقت مخصوص کیا گیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا گیا کہ چاڑھا کھجور پر چڑھنے سے پہلے تین بار صدا لگا کر آس پاس کے گھروں کو خبر دار کیا کریگا پھر گرمیوں کی دوپہر میں اس طرح کی آوازیں سنائی دیتیں:

پردے آلے پردہ کرو کھجی تے چاڑھا چڑھ دے

اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ صدا اسی لہجے اور آہنگ کے ساتھ ایک عمدہ ثقافتی روایت کے طور پر آج بھی سرزمین بہاول پور کی فضاؤں میں گونجتی ہے۔ جب بھی کوئی مزدور، ترکھان، مستری یا معمار کسی کام کی غرض سے دیوار یا مکان پر چڑھتا ہے تو وہ تین بار یہ آواز لگاتا ہے:

پردے آلے پردہ کرو درکھان مزدور کوٹھے تے چڑھ دے^{۱۰}

زیور دیگر تہذیبوں اور معاشرتوں کی طرح بہاول پور کی نسائی معاشرت کا ایک اہم جزو ہے۔ یہاں خواتین کے زیور اسلامی تہذیب سے زیادہ یہاں کی قدیم ہندو تہذیب سے مشابہت رکھتے تھے اور ان کی تعداد اور وراثی کے ساتھ ساتھ وزن بھی بہت زیادہ تھا۔^{۱۱} کانوں کے زیور از قسم بالیاں، مرکیاں، چمکلو، کانٹے، جھمکے، والے، بوڑے، ڈیڈھیاں، پنڈیاں وغیرہ عام مستعمل تھے۔^{۱۲} کانوں کی بالیاں بہت وزنی ہوتی تھیں، چولستانی جو بالیاں پہنتے تھے وہ بھی وزن کے لحاظ سے بے مثال تھیں۔ بالیوں کی ایک جوڑی بتیس تو لے تک وزنی ہوتی تھی، جھمکے بھی وزنی ہوتے تھے مگر بالیوں کی نسبت بہت کم ریاستی دور کی امیر اور متمول خواتین سونے کے جھمکے بنواتی تھیں۔^{۱۳} عموماً ان کا وزن تین تو لے تک ہوتا تھا۔ ناک میں پہننے کا زیور، نتھ، بولا، پوپا، ننھلی، بنیر وغیرہ گلے میں پہننے کا زیور ہسی، ماہاں، تختیاں، پنڈیاں، کشمالا، حماں، دل پاک، چندن ہار، رنجیر والے بٹن وغیرہ خواتین میں یکساں مقبول تھے اور آج بھی ہیں۔^{۱۴} بولا زیادہ تر چولستانی خواتین کا مقبول ترین زیور ہے۔ ہسی گردن کے ساتھ ساتھ دائرے کی شکل میں ہوتی ہے اور روایتی ہسی چالیس تو لے کی ہوتی تھی اور عموماً چاندی سے بنائی جاتی تھی۔ انگلیوں میں پہننے کے زیور چھلا، انگوٹھی، دیرھ، پنچہ وغیرہ، بازو میں پہننے کے زیور، بہوٹے، جھابے، عطردان، بازو وغیرہ کلائی میں پہننے کے زیور کنگن، چوڑیاں، چوڑ، کانچ کی چوڑیاں، لنگیاں،

پہنچیاں، گھڑی وغیرہ۔ ۱۵ پاؤں میں پہننے کے زیور کڑے، لچھے، رمھول، پازیب، توڑے، پیرا کڑے، بستیاں، گھنگرو، وغیرہ ریاستی خواتین میں مستعمل تھے اور ان کی متنوع اقسام آج بھی سرزمین بہاول پور کے طول و عرض میں مقبول و مروج ہیں۔ ۱۶ قدیم ریاستی ثقافت کے لباس اور زیورات منفرد تھے یہی یہاں کی پیدائش، شادی اور رموت کی رسومات بھی دیگر ثقافتوں سے الگ تھلگ ہیں۔ درحقیقت خوشی ہو یا غمی یہاں کی ثقافت ہر دو جذبات کی بھرپور عکاس ہے۔ عام دستور کے مطابق ریاست میں بھی بچے کی پیدائش پر خوشیاں عروج پر ہوتی تھیں اور بچوں کا نہ ہونا پریشانی اور دکھ کا باعث تھا۔ کسی گھر میں زیادہ عرصہ تک بچہ پیدا نہ ہوتا تو ہزار ہا جتن کیے جاتے۔ دانیوں کے ٹونے ٹوٹنے، مولویوں کے تعویذ، جکیموں کے نسخے آزمانے کے بعد بالآخر کسی خانقاہ پر منت مانی جاتی۔ منت کے الفاظ ریاستی زبان میں کچھ اس طرح ہوتے تھے۔ پیرا لال، ڈیوا لال چڑھی کباویں آساں، وجدیں لغاریں آساں، نجھساں، ٹپساں، واسجے وچ وجھیاں، بال دی جھنڈا لہویاں، تے سیڈی درگاہ تے آنا کھٹا آن ڈے ساں۔ ۱۷

مقامی رسم و رواج کے مطابق دلہن کے پہلے بچے کی پیدائش میکے میں ہوتی اس کی ایک وجہ پہلی بار سسرال کی خواتین پر یہ نہیں کیا جاتا اور میکے والے انتہائی نگہداشت کا اہتمام کرتے اور پہلی زچگی کا تمام خرچ خود برداشت کرتے۔ پیدائش کے بعد بچے کو نہلا دھلا کر اس کے دائیں کان میں اذان دی جاتی۔ گھر کا کوئی نیک بزرگ بچے کو گھٹی دیتا۔ اس کے لیے بکری یا گائے کے دودھ میں شکر، شہد یا چینی ملائی جاتی، ۱۸ یا خالی شہد انگلی سے یا لپ کے خول سے بچے کے منہ میں ٹپکایا جاتا۔ پیدائش کے چوتھے دن قریبی رشتے داروں کے اجتماع میں جھنڈا تروائی جاتی اور ماں باپ اپنی حیثیت کے مطابق بالوں کے تول کے برابر سونا یا چاندی یا اتنی رقم خیرات کرتے۔ ۱۹ اولین اولاد اگر بیٹا ہو تو خوشی دو بالا ہو جاتی اور لڑکے کی پیدائش پر ریاست میں رشتہ دار خواتین و حضرات پر خوشی میں رنگ بھی ڈالے جاتے۔ ۲۰

بیٹے کی پیدائش پر رجبکا جسے مقامی زبان میں جاگا کہا جاتا ہے خوشی کی معروف رسموں میں سے ایک ہے۔ جاگے میں دلہن کی سہیلیاں اور رشتہ دار خواتین شامل ہوتی ہیں۔ جاگا میں تمام عورتیں رات گئے تک خوشی کے گیت گاتی ہیں۔ مٹھائی، بتاشے اور کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ ۲۱ اس موقع پر بیچروں کی آمد اور ناچ گانا بھی مقامی ثقافت کا حصہ ہے۔ یہ لوگ خوب ناچتے، سہرے گاتے اور دعائیں دیتے ہیں

بچے کے والدین انہیں رقم یا جنس از قسم آٹا، گڑیا چاول وغیرہ دے کر راضی کر کے رخصت کرتے ہیں۔ ۲۲ ریاست میں غیر مسلم اقوام بالخصوص بانوریوں میں پیدائش کی رسوم مخصوص و مختلف ہیں۔ جب بچے کی پیدائش کو پانچ دن گزر جاتے ہیں تو ماں کو درمیان میں بٹھا کر ارد گرد آٹے سے دائرہ بنایا جاتا ہے اسے ”چترائی“ کہتے ہیں درمیان میں اپلوں کی آگ روشن کی جاتی ہے۔ اس دوران بچے کو غسل دیا جاتا ہے جبکہ دوسری عورتیں پوجا کرتی ہیں اور آگ میں گھی ڈالتی ہیں۔ ۲۳

مسلمانوں میں بچے کی رسم ختنہ جسے ”طہور“ کہا جاتا ہے ایک ضروری فریضے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ عموماً دس سال سے پہلے پہلے ختنہ کروالیا جاتا ہے۔ مقامی لوگ رسم ختنہ پر برادری کے لوگوں کو مدعو کرتے ہیں اور دعوت ولیمہ کی طرز پر کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

بہاول پوری ثقافت میں خوشی کی رسموں میں شادی کی رسمیں بھی منفرد اور اہم ہیں۔ قدیم ریاستی دور میں بچوں کی بلوغت کے ساتھ ہی والدین کو ان کی شادی کی فکر لاحق ہو جاتی تھی شادی کے طریق کار میں سرائیکی علاقوں میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ریاست میں شادیاں اگرچہ سیدھے سادے طریقے سے انجام پذیر ہوتی تھیں لیکن یہ وہ تقریب ہوتی جس میں ثقافت سمٹ کر رہ جاتی بلکہ رسومات کے تمام پھول ایک خوش کن گلدستہ کی شکل و صورت اختیار کر لیتے۔ ۲۴

ریاست بہاول پور میں شادی زیادہ تر قریبی عزیزوں میں کی جاتی تھی عربوں کی طرح یہاں بھی خالہ زاد، چچا زاد، ماموں زاد اور پھوپھی زاد سے شادی کو اچھی روایت خیال کیا جاتا۔ ۲۵ اسی طرح چولستانی باشندے شادیاں عموماً اپنے قبیلے ہی میں کرتے اور عموماً لڑکا اور لڑکی کم عمری میں ہی ایک دوسرے سے منسوب کر دیے جاتے۔ ۲۶ ریاست میں وٹہ سٹ کی شادی کا بھی عام رواج تھا اور آج بھی ہے تاہم اس کا ایک معیوب پہلو یہ ہے کہ بعض غریب لوگ اپنی بیٹی بہن کے وٹہ سٹ کے بدلے پیسے لے لیتے ہیں اگرچہ یہ سب چھپ چھپا کر کیا جاتا ہے تاہم ایسا کرنے والوں کو برادری طعن و تشنیع کا نشانہ بناتی ہے۔ ۲۷ شادی کے آغاز سے لے کر انجام بالآخر تک کی کئی رسمیں ہیں جن میں بوجھن سٹن (لڑکی کے گھر والوں کو دوپٹہ پیش کرنا، دعائے خیر رشتہ طے ہو جانے پر برادری کا) اکٹھہ اور دعا، منگنڑاں یا منگنا، انگوٹھی پہنانا، تحائف دینا، روٹی خوان، (مگنی کے بعد اور شادی سے پہلے کی رسم جس میں لڑکا لڑکی والوں کے گھر آتا ہے اور جس برتن میں کھانا کھاتا ہے اس میں گیارہ روپے ڈال دینا

ہے لڑکے کو لنگی یا سونے کی انگوٹھی پیش کی جاتی ہے)، دیہاڑے مگن یا گنڈھیں پاون (شادی کی تاریخ کا تعین) وری سوئی بھنن (شادی سے قبل لڑکے والوں کی طرف سے کپڑے، آٹے، گھی، شکر، میوہ جات، تیل وغیرہ کا لڑکی والوں کو تحفہ) مینڈھی چھڑاون، تیل کی رسمیں، مہندی، کھارا چڑھائی، (دولہے کو نہلانے کی رسم)، ڈھکنی بھنن، (مٹی کی ڈھکنی کو پاؤں کی ایزی سے توڑنا)، آرسی، آئینہ میں دولہا دلہن کا ایک ساتھ چہرہ دیکھنا، لاواں ڈیون، دلہا کے رومال کو دلہن کی رنگین چادر کے پلو سے باندھنا اور پھر لاگ کے پیسے دینا، دودھ پلائی، اور جوتا چھپائی، (جتنی لکاون)، داگ کی رسم، جس میں دلہن جب اپنے سسرال آتی ہے تو گھر کی دلہیز پر رک جاتی ہے اس موقع پر سسر اپنی حیثیت کے مطابق رقم یا داگ (موٹی) دے کر گھر داخل ہونے پر راضی کرتا ہے وغیرہ اہم رسمیں ہیں۔ دلہن کے گھر میں داخلے پر اسے رقم کے علاوہ لائین، مٹی کی مندھانی اور ایک چھوٹا بچہ دکھایا جاتا ہے جو اس بات کا علامتی اظہار ہوتا ہے کہ اسی طرح اس کے گھر میں روشنی، دودھ مکھن کا دفور اور صالح اولاد کا ظہور ہو۔ دلہن شادی کے بعد چھ دن شوہر کے گھر رہتی ہے اور ساتویں دن واپس اپنے والدین کے گھر آتی ہے اور چھ ہفتہ وہاں رہتی ہے اس رسم کو ستوداڑہ کہتے ہیں۔ ۲۸

اب کچھ ذکر ریاست کے غیر مسلموں کی شادی کی رسومات کا بھی۔ یہ لوگ زیادہ تر شادی چیت اور پوہ کے مہینوں میں کرتے ہیں۔ ۲۹ ان کی شادی کی رسمیں کچھ یوں ہیں کہ لڑکے کا والد برادری کے ہاتھ لڑکی والوں کے گھر رشتہ بھیجتا ہے اگر منظور ہو جائے تو لڑکے کا والد ۲۱ یا ۲۵ روپے اور گری کے دو کھوپرے پیش کرتا۔ بعد ازاں پنڈت یا برادری کا سربراہ مہورت نکال کر شادی کا موزوں دن تجویز کرتا ہے۔ ۳۰ شادی والے دن لڑکی کے گھربارات روانہ ہوتی تو مرد گیت گاتے ہوئے لڑکی کے گھر پڑاؤ ڈالتے اور اس جگہ لکڑی کے دو پرندے نصب کر دیے جاتے ہیں جبکہ دلہن کی برادری کے پانچ یا سات مرد براتیوں کو شربت پیش کرتے۔ ۳۱ اس کے بعد دلہن والوں کی طرف سے دلہا کو سرمہ لگانا، رنگ ڈالنا اور دھاگہ توڑنے کی رسمیں ادا کی جاتیں۔ ۳۲ پھر چار کھونٹے گاڑ کر سات مرتبہ کچا دھاگہ لپیٹ دیا جاتا ہے اور چاروں طرف آٹے سے چترائی (نشان زدگی) کردی جاتی اور ایلوں کی آگ جلا کر گھی ڈال کر اچھے مستقبل کے لیے مناجات کی جاتیں۔ دلہا اور دلہن آگ کے گرد سات چکر (پھیرے) لگا کر ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا عہد دیتا کرتے ہیں۔ تین چکروں کے بعد دلہا

دلہن کو بٹھا دیا جاتا ہے اور عزیز و اقارب رقم اور تحائف پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد باقی ماندہ چار چکر مکمل کیے جاتے ہیں آخری چکر میں عورت آگے اور مرد پیچھے ہوتا ہے۔ شادی کے اگلے دن لڑکے والوں کی طرف سے کھانا دیا جاتا ہے۔ جس میں چھترے کا گوشت پکایا جاتا تھا۔ ۳۳

بہاول پور کی عائلی زندگی کثیرالازدواجی نوعیت کی ہوتی ہے۔ دوسری شادی کو امارت اور مردانگی کی علامت سمجھا جاتا تھا ہے اور جولوگ دوسری شادی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ موقع بموقع اپنی حسرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر ریاست بہاولپور کے کسی روایتی آدمی سے روپے ادھار مانگیں اور اس کے پاس رقم موجود نہ ہو تو وہ ریاستی کا معروف محاورہ بولتا ہے ”سئیں اتنے پیسے ہوں ہاں تاں ڈو جھی شادی نہ کر گھنوں ہا“ ۳۴ (جناب میرے پاس اتنے پیسے ہوتے تو دوسری شادی نہ رچا لیتا) ونہ سٹہ کی رسم کی وجہ سے دوسری شادی کا ہونا قدرے آسان ہو جاتا تھا بعض بوڑھے تو نئی شادی کے شوق میں اپنی بیٹی کا ونہ دے کر اپنے لیے نوخیز دوشیزہ بیاہ لاتے۔ ونہ سٹہ کے عمل میں اگر دولہا موصوف کے پاس دینے کے لیے لڑکی نہ ہو تو ”پیٹ لکھائی“ کی رسم کے تحت وہ اس امر کا اظہار کرتا کہ شادی کے بعد اس کی بیوی کے پیٹ سے جو لڑکی ہوگی وہ اس دلہن کے خاندان کے مقرر شدہ لڑکے سے بیاہی جائے گی۔ ماں باپ بیٹی کو اپنی حیثیت کے مطابق جیز دیتے تھے جو بہت معمولی اور ضروری اشیاء پر مشتمل ہوتا تھا لیکن لڑکے والوں کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا تھا۔ اور بیٹی کو وراثت میں سے شرعی حصہ دیا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ ریاستی دور کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ روایت بھی دم توڑ گئی۔ ۳۵

خوشی کے بعد اب کچھ ذکر غم کا۔ موت ایک اٹل اور تکلیف دہ حقیقت ہے جس سے فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ سابق ریاست بہاول پور میں موت کی رسمیں سادہ اور اسلامی روایات کے مطابق ہیں۔ اگر کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو اس کے قریب بیٹھ کر قرآن پڑھا جاتا ہے کوئی فرد یا حافظ سورۃ یسین بلند آواز میں پڑھتا ہے تاکہ مرنے والے پر سکرات کی سختی کم ہو جائے۔ وہ جب مرجاتا ہے تو گھر میں کہرام مچ جاتا ہے سب روتے پیٹتے ہیں۔ سب کو موت کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔ مسجد کا پیش امام اسے غسل دیتا ہے۔ کفن پہناتا ہے۔ خوشبو جات لگاتا ہے اور میت کے سر ہانے قرآن مجید رکھتا ہے۔ قریبی رشتہ دار اور ہمسائے خود خرید کر میت پر رنگین چادریں اور لنگیاں ڈالتے ہیں اسے چھاڑے یا

سابق ریاست بہاول پور: رسوم و رواج کے آئینے میں ۷۷

اوجھاڑ سٹن کہتے ہیں۔ ۳۶ اگر مرنے والی عورت ہو تو اس پر دوپٹہ ڈالتے ہیں میت کے سر ہانے گلاب اور پھول کی پیتیاں رکھی جاتی ہیں۔ جنازے سے چالیس پچاس قدم آگے مولوی چلتے ہوئے بلند آواز میں نکلہ شہادت پڑھتا جاتا ہے جنازہ پڑھنے کے بعد قریبی یا خاندانی قبرستان میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ ۳۷

دفنانے کے بعد گھر واپسی پر فاتحہ ہوتی ہے اور تعزیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ورثاء کو قریبی عزیز کھانا کھلاتے ہیں اسے ”منہ چھوڑ“ کہا جاتا ہے۔ ۳۸ مرنے والے کے گھر تین دن تک آگ نہیں جلائی جاتی اور رشتہ دار اور ہمسائے تین دن تک انہیں کھانا دیتے ہیں۔ تیسرے دن قل خوانی کی رسم ہوتی ہے اور مرنے والے کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ اور نیا سوٹ اور دوسری چیزیں خیرات کے نام پر دی جاتی ہیں۔ ۳۹ اسی دن اسکے قانونی وارث کے سرپرستار یا پگ رکھی جاتی ہے اور عزیز رشتہ دار کچھ مالی تعاون کرتے ہیں جسے پگ کا روپیہ کہا جاتا ہے۔ ۴۰ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اب گھر کے سربراہ کی ذمہ داریاں جس کے سر پر پگ رکھی جاتی ہے۔ وہ پوری کرے گا۔ پھر قریبی رشتہ دار مرنے والے کے گھر والوں کو کپڑے دیتے ہیں عورتوں کو دوپٹہ پہناتے ہیں آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں۔ اس کا مقصد سوگ ختم کرنا ہوتا ہے لیکن بیوہ اپنی عدت کی مدت سوگ میں گزارتی ہے۔، عدت کے بعد اس کی ”سو“ اتارنے کی رسم ہوتی ہے سوگ کے بعد بعض گھرانوں میں چہلم تو بعض میں سات جمعراتیں منانے کا رواج پایا جاتا ہے۔ ۴۱

چولستان میں کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کے وارث قبیلے کے ہر اس شخص کو ایک سیر دیسی گھی اور سات روٹیاں دیتے ہیں جو ان کے پاس تعزیت کے لیے آتا ہے۔ بعد ازاں قبیلے کا ایک معزز شخص سوگ ختم کرنے کا اعلان کرتا اور کہتا ہے کہ آج سے ”ست روٹی“ کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔ ۴۲ یہ رسم اگرچہ ورثاء کی سخاوت اور اعلیٰ ظرفی کی عکاس تھی لیکن یہ ورثاء کو مقروض کرنے کا بھی سبب بنتی ہے۔ مرنے والے کی یاد کو قائم رکھنے کی غرض سے سالانہ ختم قرآن پر برادری کا اکٹھ عام رواج تھا اور آج بھی ہے۔ ۴۳

ہندوؤں کے مرنے پر مردوں کو نہلا کر مرگھٹ (قبرستان) لایا جاتا ہے۔ یہاں بھی شادی کی رسم کی طرح چار لکڑیاں نصب کر کے ایندھن اکٹھا کیا جاتا ہے اب کی بارمیاں یا بیوی میں سے جو زندہ بچ گیا ہو وہ اٹے چار چکر لگا کر گویا ازدواجی بندھن کو توڑنے کا اعلان کرتا۔ اس کے بعد اس کی لاش کو

آگ لگادی جاتی۔ جب گیارہ دن گزر جائیں تو مرنے والے کی اگلی مشکلیں آسان کرنے کے لیے روٹی پکا کر تقسیم کی جاتی ہے۔ سوگ منانے کی بس یہی ایک بڑی رسم تھی جو بہاول پوری معاشرت میں ہندو طبقے میں مردج تھی۔ ۴۴

مذکورہ بالا ریاستی رسوم و رواج کے ساتھ ساتھ مذہبی تہوار بھی مقامی ثقافت کا حصہ تھے۔ مذہبی تہوار جیسے شب معراج، شب برأت اور عید میلاد النبی ﷺ نہایت عقیدت اور احترام سے منائی جاتی تھیں۔ سرکاری طور پر بھی ان مواقع پر خاص اہتمام ہوتا جس میں واعظین، مقررین، اور نعت خواں کو تحائف، انعامات اور سرکاری خلعتوں سے نوازا جاتا تھا۔ محرم الحرام بھی مذہبی عقیدت اور جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ ۴۵ اہل تشیع کے ساتھ کسی حد تک سنی بھی تعزیے اور جلوس نکالتے تھے اور ہر طرف سوگ کی کیفیت ہوتی تھی محرم الحرام کے پورے عشرہ میں ریاست کے طول و عرض میں مکمل تعطیل ہوا کرتی تھی۔ ۴۶ رمضان المبارک بھی روایتی مذہبی احترام کے ساتھ منایا جاتا اور غیر مسلم بھی احترام رمضان میں سرعام کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ۴۷ ریلوے اسٹیشن پر وضو کے پانی کا اہتمام، قبلے کا تعین اور باجماعت نماز کا التزام مسافروں پر خوشگوار تاثر چھوڑتا تھا۔ ۴۸ لوگ جوش و خروش سے اعتکاف میں بیٹھتے اور معتکفین کے لیے سرکاری خزانے سے عید کے اخراجات اور تحائف دیے جاتے تھے یتیموں، یتیموں، معذوروں اور بے کسوں کو ان کے گھروں میں لوازمات کی رسد ممکن بنائی جاتی۔ ۴۹ ریاست میں اسلامی قوانین رائج تھے۔ شرعی فیصلے قاضی کورٹس کے ذریعے دیے جاتے۔ ۵۰ سابق ریاست بہاول پور کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ریاست کی شرعی عدالت نے جسٹس محمد اکبر خان کی سرکردگی میں ۷ فروری ۱۹۳۵ء میں ایک عائلی مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے قادیانیوں کو تاریخ میں پہلی مرتبہ کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیا۔ ۵۱

اہل ریاست بہاول پور کے عمومی مزاج کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کے قدیم باشندے مذہب پرست، خوش اعتقاد، نرم دل، متوکل، مسافر نواز اور مہمان نواز تھے اور آج بھی ہیں یہاں کے لوگ مقامی اثرات کے ساتھ اسلامی عقائد اور روایات کے بہترین امین ہیں۔ بہاول پور کے لوگ پرانی طرز زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اپنی وضع قطع کے متوالے ہیں۔ ۵۲ اہل ریاست بہاول پور طبعاً مودب اور عقیدت پسند ہیں۔ ادب و احترام کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ ماں باپ اساتذہ،

اہل سادات اور خاص کر علماء اور پیروں کا احترام اور عقیدت تو ان کی گھٹی میں شامل ہے۔ پیر پرستی یہاں کے لوگوں کا خاصہ ہے۔ یہاں کی معاشرت میں تو ہمت کی بھی گہری چھاپ نظر آتی تھی۔ جس کی ایک وجہ مقامی اثرات ہیں۔

زبان ثقافت کے پھیلاؤں کا اہم ترین ذریعہ ہے ریاست بہاول پور کی مقامی زبان ہونے کا شرف بہاول پوری ملتانی، یا مقامی سرانیکی یا جسے ریاستی زبان کہا جاتا ہے تو حاصل ہے۔ اس زبان کی مٹھاس اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف تو ایک عالم کرتا ہے۔ اس خوبصورتی اور شائستگی سے ریاستی لوگ بولتے ہیں۔ کہ سننے والے کو اس کا ایک ایک لفظ اپنے دل میں اترتا محسوس کرتے ہیں۔ ۵۳

کسی بھی علاقے کا ادب اس کی ثقافت کے انعکاس کا بہترین ذریعہ ہے ایک اچھے ادب میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں، ماحول، پیداوار، موسم پر سکون فضاء حسین و جمال، محبت، نفرت اور روایات کو ظاہر کرتا ہے۔ ریاستی ادب میں یہ تمام خوبیاں بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ ریاستی ادب کے ہر صنف سخن میں روہی کی خوبصورتی کا ذکر ناگزیر ہوتا ہے۔ سرانیکی زبان کے سب سے عظیم صوفی شاعر حضرت خواجہ فریدؒ ہیں۔ ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عشق و محبت بھی ان کے کلام میں خوبصورتی کا باعث ہے خواجہ صاحب کے کلام میں روہی کی جھاڑیوں اور ٹیلوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ یہاں کے لوگوں کے افکار و رجحانات اور اقدار کا بھی ذکر موجود ہے۔ اپنے اس صوفی امام کی پیروی میں دیگر ریاستی شعراء نے اپنی شاعری میں روہی کو ایک خاص مقام دے دیا ہے۔ ریاستی ادب نثر کے لحاظ سے کم جبکہ نظم کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ ہے۔ جس میں رومانی داستانیں، نظمیں، غزلیں، کافیاں، حمدونعت، مولود شریف، مرثیہ، سلام، مثنویاں، ڈوہڑے، گیت اور نثری ادب شامل ہے۔

موسیقی لوگوں کے جذبات اور مزاج کی بہترین عکاسی کرتے ہے اس لیے موسیقی کو ثقافت کا اہم جز گردانا جاتا ہے۔ سرانیکی موسیقی تو ویسے ہی جادوئی اثر رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ میٹھے اور دھیمے سروں پر مشتمل ہے۔ بہاولپور میں بغیر ساز کے آہنگ و غنائیت کے ساتھ چنگیاں بجا کر سرانیکی گیت گائے جاتے ہیں اور چولستان میں تو سرانیکی گیتوں کا خزانہ بکھرا پڑا ہے۔ سرانیکی لوگ جھومر بھی ڈالتے ہیں۔ جونہایت مسکور کن رقص ہے۔ جھومر کے دوران جھومری ایک خاص چھوکی آواز اور چنگی بجا کر آہنگ پیدا

کرتے ہیں۔ اب تو شہروں کے ساتھ ساتھ چولستان میں بھی ہر قسم کے ساز استعمال کیے جاتے ہیں جبکہ پہلے تھال اور گھڑے کی ٹوٹی ہوئی ٹھیکریوں سے ایک خاص آواز پیدا کر کے گیت گاتے تھے۔

چولستانی لوگ گیتوں کے نہایت رسیا ہیں۔ شادیوں میں گیتوں کا ایک اصول خزانے سامنے آتا ہے اور مرد جب دن بھر کی محنت کے بعد رات کو اکٹھے ہوتے ہیں تو محفل میں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ لوگ گیت گائے جائیں کیونکہ یہ گیت ان کے جذبات کے ترجمان اور خوشیوں کا سامان ہیں گیتوں کے ساتھ ساتھ یہاں لوک قصے، کہانیوں اور داستانوں کا کثیر سرمایہ موجود ہے۔

ریاست بہاولپور کا طرز تعمیر مختلف ہی نہیں بلکہ منفرد بھی ہے۔ ریاست کے نوابوں نے اپنے لیے نہایت خوبصورت محل تعمیر کروائے۔ جن میں نور محل، گلزار محل، دربار محل، اور صادق گڑھ پیلس اپنی مثال آپ ہیں۔ ریاست کی تمام عمارات فن تعمیر کے نادر نمونے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ محلات کے ساتھ ساتھ ریاستی قلعہ جات، مزارات، مساجد اور دیگر تاریخی عمارات بہاولپور کا ثقافتی ورثہ ہیں۔

ریاست بہاولپور کو اپنے جغرافیہ، ثقافت و معاشرت اور تہذیب و تمدن کے حوالے سے ہندوستان بھر میں جو منفرد و نمایاں مقام حاصل تھا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ جو باشندگان ریاست کے فخر کے ساتھ ساتھ قابل تشکر بھی ہے۔ سابق ریاست بہاولپور عہد حاضر میں بھی شاہراہ ترقی پر فخر اور اعتماد سے گامزن ہے۔

حوالہ جات

- ۱- بریگیڈیر سید نذیر علی شاہ تاریخی بہاولپور، مترجم طاہر صدیق، بہاولپور: سرانسیکی ادبی مجلس، ۱۹۷۱ء، ص ۲۲۔
- ۲- میر ناصر علی، جغرافیہ ریاست بہاولپور، دہلی: مطبع رضویہ، ۱۸۹۲ء، ص ۹-۱۰۔
- ۳- حفیظ الرحمن حفیظ، مختصر تاریخ تاجداران بہاولپور، لاہور: مکتبہ کراچی، ۱۹۲۳ء، ص ۱۶۷۔
- ۴- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، بہاولپور تاریخ کے آئینے میں، مشمولہ سرمایہ الزبیر بہاولپور نمبر شمارہ نمبر ۳، بہاولپور: اُردو اکیڈمی، ۱۹۲۳ء، ص ۳۹۔
- ۵- پروفیسر سید اشرف علی، بہاولپور کی جغرافیائی اہمیت، مشمولہ سرمایہ الزبیر بحوالہ بالا، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲۔
- ۶- احمد خاں، چولستان، اسلام آباد، ثقافتی ورثہ، ۱۹۸۳ء، ص ۶۷۔
- ۷- ایضاً، ص ۶۸-۶۹۔
- ۸- ایضاً، ص ۳۳۰۔
- ۹- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، بحوالہ سابقہ، ۱۹۹۴ء، ص ۳۹۔
- ۱۰- ایضاً، ص ۳۹-۴۰۔

سابق ریاست بہاول پور: رسوم و رواج کے آئینے میں ۸۱

- ۱۱- دلشاد کلانچوی، بہاولپور کی تاریخ سے ثقافت، بہاولپور: سرانیکی ادبی مجلس، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۔
- 12- Nuruzzaman Ahmad Auj, *Cholistan, Land and People*, Multan: Carvan Book centre, 1991, p. 67.
- 13- Ibid., pp.71-72.
- ۱۴- بشیر احمد غامی، (۱۹۶۵ء) سرانیکی لغات، بہاولپور: سرانیکی ادبی مجلس ل، ص ۷۷۔
- ۱۵- احمد غزالی، (۱۹۸۳ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۵۔
- ۱۶- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۵۸-۱۵۹۔
- ۱۷- ایضاً، ص ۱۶۰۔
- ۱۸- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، (۱۹۹۳ء)، بہاولپور کی زندگی کا ایک منظر نامہ، بشمولہ سرماہی الزبیر، بحوالہ سابقہ، ص ۹۰۳۔
- ۱۹- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۱۔
- ۲۰- احمد غزالی، (۱۹۸۳ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۱۳۔
- ۲۱- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۲۔
- ۲۲- بشیر احمد غامی، (۱۹۶۵ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۳۵۷۔
- ۲۳- احمد غزالی، (۱۹۸۳ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۲-۳۔
- ۲۴- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، (۱۹۹۳ء)، بہاولپور کی زندگی کا ایک منظر نامہ، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۴۔
- ۲۵- بریگیڈیئر سید نذیر علی شاہ، (۱۹۷۱ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۔
- ۲۶- ایضاً، ص ۳۳-۳۴۔
- ۲۷- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۳۔
- ۲۸- ایضاً۔
- ۲۹- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، (۱۹۹۳ء)، ”بہاول پور کی زندگی کا ایک منظر نامہ“، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۵۔
- ۳۰- احمد غزالی، (۱۹۸۳ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۳۱۳۔
- ۳۱- ایضاً، ص ۳۱۴۔
- ۳۲- ایضاً، ص ۳۱۶۔
- ۳۳- ایضاً، ص ۳۱۷۔
- ۳۴- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، (۱۹۹۳ء)، ”بہاول پور کی زندگی کا ایک منظر نامہ“، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۶۔
- ۳۵- ایضاً، ص ۳۰۷۔
- ۳۶- بشیر احمد غامی، (۱۹۶۵ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۳۶۳۔
- ۳۷- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۱۔
- ۳۸- ڈاکٹر محمد سلیم ملک، (۱۹۹۳ء)، ”بہاول پور کی زندگی کا ایک منظر نامہ“، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۵۔
- ۳۹- ایضاً۔
- ۴۰- ایضاً۔
- ۴۱- دلشاد کلانچوی، (۱۹۸۸ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۲۔
- ۴۲- احمد غزالی، (۱۹۸۳ء)، بحوالہ سابقہ، ص ۲۲۲۔
- ۴۳- ایضاً، ص ۲۲۶۔